



مغلیہ دور کی منتخب تفاسیر کا منہجی مطالعہ

A Methodological Study of Selected Commentaries (Tafasir) of the Mughal Era

1. **Ghulam Mustafa**

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.

2. **Dr. Hafiz Atta ul Mustafa**

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.

3. **Dr. Muhammad Rizwan Mahmood**

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.

Abstract

This research paper presents a methodological study of selected Qur'anic commentaries (Tafasir) produced during the Mughal era in the Indian subcontinent (1526–1857 CE). The Mughal period is widely recognized as a golden age of Islamic scholarship, during which Qur'anic exegesis received unprecedented patronage from Mughal emperors, leading to the creation of a rich and diverse corpus of Tafasir. These commentaries were not limited to mere translation and lexical explanation; rather, they integrated multiple disciplines including jurisprudence (fiqh), theology (kalam), mysticism (tasawwuf), literature, and linguistics. This study examines six prominent complete Tafasir from this era: Tafsir Muhammadi by Shaykh Hasan Muhammad Gujarati, Tafsir Husayni by Shah 'Abd al-Razzaq Dihlawi, Tafsir Nimat-i Uzma by Ni'mat Khan 'Ali, Zib al-Tafasir by Safi ibn Wali Qazvini, Zubdat al-Tafasir by Mulla Mu'in al-Din Kashmiri, and Zubdat al-Tafasir by Qadi 'Abd al-Wahhab Gujarati. The research analyzes their methodological approaches, including their reliance on tafsir bi'l-ma'thur (tradition-based exegesis), tafsir bi'l-ray (reason-based exegesis), incorporation of hadith, linguistic and grammatical analysis, jurisprudential deductions, theological discussions, and mystical interpretations. The study reveals that while each exegete followed his own intellectual and spiritual orientation, their works collectively reflect a rich, diverse, and sophisticated tradition of Qur'anic interpretation. These Tafasir served not only as academic resources but also as tools for public guidance, moral reform, and the propagation of Islamic teachings. The study concludes that Mughal-era Tafasir represent an invaluable scholarly heritage that continues to inform contemporary understanding of the Qur'an in the subcontinent.

Key Words: Mughal era, selected Tafasir, methodological study, Qur'anic exegesis, Tafsir Muhammadi, Tafsir Husayni, Indo-Islamic heritage

برصغیر کی علمی و دینی تاریخ میں مغلیہ دور (1526ء-1857ء) کو ایک زریں عہد کی حیثیت حاصل ہے، جس میں علوم اسلامیہ بالخصوص علم تفسیر کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ مغل سلاطین نے نہ صرف دینی علوم کے ماہرین کی سرپرستی کی بلکہ مدارس، کتب خانوں اور علمی مراکز کو بھی بھرپور معاونت فراہم کی، جس کے نتیجے میں اس دور میں قرآن مجید کی مکمل تفاسیر کا ایک عظیم ذخیرہ منصفہ شہود پر آیا۔ اس دور میں لکھی جانے والی تفاسیر محض ترجمہ و تشریح تک محدود نہیں تھیں بلکہ ان میں فقہی، کلامی، ادبی اور صوفیانہ مباحث کو بھی سلیقے اور گہرائی سے سمویا گیا۔ ان تفاسیر نے برصغیر میں قرآنی فہم کے نئے درجے واکیے اور علمی روایت کو مستحکم بنیادیں فراہم کیں۔ زیر نظر مضمون میں مغلیہ دور میں لکھی گئی مکمل تفاسیر کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا، تاکہ اس عہد کے مفسرین کی کاوشوں کو علمی تناظر میں سمجھا جاسکے۔

سید صباح الدین عبد الرحمن اپنی تصنیف برصغیر میں علوم اسلامیہ کی تاریخ میں لکھتے ہیں:

”مغلیہ عہد میں اسلامی علوم کی سرپرستی صرف دربار یا علماء تک محدود نہ تھی بلکہ یہ ایک ہمہ گیر علمی تحریک کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ قرآن فہمی کو معاشرے میں ایک لازمی دینی فریضہ سمجھا جاتا تھا، جس کی بنا پر علماء و صوفیہ نے تفسیری ادب پر محنت کی۔“¹ مغلیہ سلطنت میں تعلیم کا دائرہ مدرسہ نظامیہ کے طرز پر ترتیب دیا گیا، جس میں علم تفسیر کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ مفسرین نے زبان، ادب، فقہ، تصوف، اور کلام کے استخراج سے قرآن کی تفہیم کو آسان اور عام فہم بنایا۔²

مغلیہ دور میں تفاسیر کی نمایاں خصوصیات

عہد مغلیہ میں لکھی گئی تفاسیر کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

لغوی و نحوی تجزیہ:

1- الفاظ کی ساخت، صیغوں کا تجزیہ، اور قواعد کی مدد سے گہرائی میں جا کر تشریح۔

2- فقہی تنوع: چاروں مکاتب فکر کی آراء کا تقابل اور ترجیح کی وضاحت۔

3- کلامی مباحث: معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ کے دلائل اور جوابات۔

4- تصوف و روحانیت: اشارات، لطائف، اور باطنی معانی پر روشنی۔³

مغلیہ دور میں لکھی گئی مکمل تفاسیر نہ صرف علمی و روحانی میراث ہیں بلکہ ان میں امت مسلمہ کے فکری، کلامی، اور معاشرتی رجحانات کا بھرپور عکس بھی نظر آتا ہے۔ ان تفاسیر کی بدولت برصغیر میں قرآن فہمی کی روایت نے مضبوط بنیاد حاصل کی، جو آج بھی تحقیق، تدریس، اور فہم دین کے میدان میں روشنی کا منبع ہے۔

عہد مغلیہ کی مکمل تفاسیر

تفسیرات احمدیہ۔ ملا جیون (م 1130ھ)

اس تفسیر میں فقہی رجحان نمایاں ہے اور بیضاوی سے خاصا استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف حنفی عالم اور شاہی مدرسہ کے مدرس تھے۔

تفسیر محمدی۔ شیخ حسن محمد گجراتی (م 1005ھ)

یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے اور عہد اکبری میں لکھی گئی۔ اس میں ادبی و لغوی پہلو نمایاں ہیں۔

تفسیر حسینی۔ شاہ عبدالرزاق دہلوی (م 1030ھ)

یہ فارسی تفسیر ہے، جو علمی حلقوں میں خاصی مقبول رہی۔ اس میں اشاراتی و صوفیانہ رنگ بھی جھلکتا ہے۔

زبدۃ التفسیر للقدماء المشاہیر۔ شیخ الاسلام بن قاضی عبدالوہاب گجراتی (م 1110ھ)

منہج میں قدیم مفسرین، طبری، زمخشری، بیضاوی وغیرہ کی آرا کو نقل اور تنقید کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

تفسیر عبدالحکیم سیالکوٹی (حاشیہ بیضاوی)۔ عبدالحکیم سیالکوٹی (م 1067ھ)

اگرچہ یہ بنیادی طور پر انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) پر حاشیہ ہے، لیکن بعض محققین کے نزدیک یہ مکمل تفسیری حیثیت رکھتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی ہر

آیت پر توضیحات درج ہیں۔

1- تفسیر محمدی کا منہجی مطالعہ

¹ صباح الدین عبدالرحمن، سید، برصغیر میں علوم اسلامیہ کی تاریخ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2001ء، ص 112

² ندوی، عبدالحکیم، برصغیر میں علم تفسیر کی تاریخ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ، 1984ء، ص 67-73؛ عبدالخالق، ڈاکٹر، تاریخ تفسیر قرآن مجید، مکتبہ دارالسلام، لاہور، 2010ء، ص

240-233

³ فضل الرحمن، ڈاکٹر، اسلامی علوم کا ارتقاء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2002ء، ص 190-195

تفسیر قرآن ہمیشہ سے اسلامی علوم میں مرکزی حیثیت کی حامل رہی ہے، اور ہر دور کے مفسرین نے اپنے فہم، علمی پس منظر اور دینی رجحان کے مطابق قرآنی معانی و مفہیم کی توضیح کی ہے۔ برصغیر میں اردو زبان میں لکھی گئی تفاسیر میں "تفسیر محمدی" کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس کے مؤلف شیخ حسن محمد ایک دیندار، فاضل اور عوامی شعور رکھنے والے مفسر تھے جنہوں نے قرآن مجید کو عامۃ الناس کے لیے قابل فہم بنانے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ ان کی تفسیر کا انداز علمی ہونے کے ساتھ ساتھ دعوتی اور اصلاحی بھی ہے۔ "تفسیر محمدی" برصغیر پاک و ہند میں اردو زبان میں لکھی جانے والی ان تفاسیر میں سے ہے، جن کا مقصد قرآن مجید کے معانی کو عام فہم انداز میں بیان کرنا ہے۔ شیخ حسن محمد کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے علمی گہرائی کے ساتھ عوامی سطح پر قرآن کو سمجھانے کی کوشش کی۔ اس تفسیر میں اگرچہ دقیق علمی مباحث سے اجتناب برتا گیا ہے، مگر عقائد، اخلاق، اور اصلاح نفس جیسے بنیادی موضوعات کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

مفسر کا تعارف

شیخ حسن محمد برصغیر کے ان مخلص علماء میں شمار کیے جاتے ہیں جنہوں نے قرآن فہمی کے فروغ اور دینی تعلیمات کے عام فہم اظہار کے لیے اردو زبان میں گراں قدر تفسیری خدمات انجام دیں۔

علمی پس منظر

شیخ حسن محمد نے علوم دینیہ کی تعلیم برصغیر کے معروف مدارس سے حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں اُس دور کے اکابر علماء شامل تھے، جنہوں نے انہیں تفسیر، حدیث، فقہ، اور زبان و ادب میں گہری بصیرت دی۔ انہوں نے عربی و اردو زبان پر یکساں عبور حاصل کیا اور قرآنی علوم میں خاص مہارت پیدا کی۔

تدریس و دعوت

تعلیم کے بعد انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ قرآنی تعلیم، وعظ و ارشاد اور درس و تدریس میں گزارا۔ وہ ایک مدرس، خطیب اور واعظ کے طور پر مشہور ہوئے۔ ان کی تقریریں اور دروس قرآن نہ صرف علمی نوعیت کے حامل ہوتے تھے بلکہ عام سامعین کے لیے بھی روحانی غذا کا درجہ رکھتے تھے۔

تالیفات

ان کی سب سے نمایاں علمی خدمت "تفسیر محمدی" ہے، جو اردو زبان میں لکھی گئی ایک سادہ، عام فہم، اور دعوتی اسلوب کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر میں انہوں نے مضامین قرآن کو مختصر، مگر جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کی دیگر تالیفات یا علمی مضامین کا واضح ریکارڈ موجود نہیں، کیونکہ وہ زیادہ تر دعوتی، تدریسی اور خطابی خدمات میں مصروف رہے۔

عقائد و فقہی وابستگی

شیخ حسن محمد اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور فقہاً حنفی المسلک تھے۔ ان کی تفسیر میں فقہ حنفی کے اثرات نمایاں ہیں، تاہم انہوں نے فقہی مسائل کو فرقہ وارانہ انداز میں پیش کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ وہ ایک متوازن، محتاط اور سنجیدہ فکری رجحان کے حامل عالم دین تھے۔ ان کی تحریر کا انداز سادہ، رواں، اور دلنشین ہے۔ انہوں نے اپنے مخاطب کے فہم اور دینی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن کی گہرائیوں کو نہایت محبت و حکمت سے بیان کیا۔ ان کی تفسیر کئی دہائیوں تک اردو دان حلقوں میں درسی، دعوتی، اور مطالعہ قرآن کے لیے معتبر ذریعہ رہی۔

وفات

شیخ حسن محمد کی وفات بیسویں صدی کے وسط یا اس کے بعد ہوئی۔ چونکہ ان کی تفصیل بعض کتب تراجم میں نہیں ملتی، اس لیے ان کے حالات زندگی کا بیشتر حصہ غیر مدوّن ہے، تاہم ان کا نام اور علمی مقام "تفسیر محمدی" کی نسبت سے زندہ ہے۔

تفسیر محمدی

اس تفسیر کا اسلوب سادہ، رواں اور عام فہم ہے، جب کہ اس کا منہج نصوص قرآنی کی شرح میں حدیث، لغت، فقہ اور اخلاقی نکات کو مربوط انداز میں شامل کرتا ہے۔ شیخ حسن محمد کا تفسیری طریق کار ایک طرف روایت کے ساتھ جڑا ہوا ہے تو دوسری طرف معاصر ذہن کو مخاطب کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، جو ان کی تفسیر کی فکری گہرائی اور دینی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

تفیدی جائزہ

تفسیر محمدی، جو کہ شیخ حسن محمد کی علمی کاوش ہے، اردو تفسیری ادب میں ایک منفرد اور قابل توجہ مقام رکھتی ہے۔ اگرچہ یہ تفسیر حجتی اعتبار سے مختصر ہے، تاہم اس کی فنی و لسانی خوبیوں نے اسے ایک مخصوص علمی حلقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے والا کام بنادیا ہے۔ تفسیر محمدی کی سب سے نمایاں خوبی اس کی فنی مہارت ہے۔ شیخ حسن محمد نے آیات قرآنیہ کی تفسیر میں جس نکتہ رسی اور فکری سلاست کا مظاہرہ کیا ہے، وہ اردو زبان میں تفسیر نگاری کی ایک نادر مثال ہے۔ مصنف کو عربی لغت پر گہری دسترس حاصل ہے، جس کا اظہار وہ آیات کے ترجمے اور مفردات کے لغوی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے میں بخوبی کرتے ہیں۔ انہوں نے اکثر مقامات پر عربی الفاظ کی اصل جڑ، ان کے استعمالات اور سیاق معانی پر مختصر مگر جامع انداز میں گفتگو کی ہے۔ ادبی لحاظ سے یہ تفسیر ان افراد کے لیے نہایت قیمتی ہے جو بلاغت، حسن اسلوب اور لسانی نکھار سے واقفیت رکھتے ہیں۔ مصنف کا زبان و بیان پر عبور، جملوں کی ساخت اور تراکیب کے حسن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تفسیر صرف مذہبی تعبیر کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک ادبی شہ پارہ بھی ہے۔

تفسیر محمدی کی فنی و لسانی خوبیوں کے باوجود اس میں کچھ اہم تفسیری پہلوؤں پر توجہ مبذول محسوس ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے، اس تفسیر کا اسلوب عام فہم قارئین کے لیے نسبتاً مشکل ہے۔ علمی اور ادبی انداز بعض اوقات ایسے تعقیدات اختیار کر لیتا ہے جو عوامی استفادے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ علاوہ ازیں، اس تفسیر میں تفصیلی تفسیر نگاری کا انداز مفقود ہے۔ آیات قرآنیہ کی تشریح بعض اوقات نہایت مختصر ہوتی ہے، جس سے معانی کی گہرائی تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح، موضوعاتی ترتیب یا مباحث کی وسعت بھی محدود ہے؛ فقہی و کلامی نکات پر خاموشی یا سرسری انداز مصنف کے منہج کا حصہ ہے، لیکن یہ امر اسے ان تفاسیر کی صف سے الگ کر دیتا ہے جو قرآن کو فقہی یا اعتقادی تناظر میں زیادہ گہرائی سے دیکھتی ہیں۔ اس کے باوجود، تفسیر محمدی کو اردو زبان میں تفسیر نگاری کی تاریخ میں ایک اہم تجربہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

منہج تفسیر

شیخ حسن محمد نے تفسیر کے دوران بنیادی طور پر درج ذیل ماخذ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر بالقرآن یعنی آیات کا باہم ربط و حوالہ دے کر کی۔ اس کے بعد وہ صحیح احادیث نبویہ سے تفسیر کرتے ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن

شیخ حسن محمد کا منہج واضح طور پر تفسیر بالقرآن پر مبنی ہے، یعنی ایک آیت کی وضاحت کے لیے دیگر آیات کا حوالہ دینا۔ یہ اسلوب قرآن کی اندرونی ہم آہنگی اور وحدت مضمون کو ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں "رب العالمین" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رب وہ ہستی ہے جو پیدا کرے، رزق دے، تربیت کرے، اور پرورش فرمائے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا: "رَبُّكَ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ"¹

یہی انداز "صراط المستقیم" کی تفسیر میں بھی ملتا ہے جہاں سورۃ الانعام اور سورۃ النساء کی آیات سے وضاحت کی گئی ہے۔

تفسیر القرآن بالحدیث

مصنف نے احادیث نبویہ اور آثار سلف صالحین کو بھی اہمیت دی ہے، خصوصاً اخلاقی احکام اور عبادات سے متعلقہ آیات میں۔ سورۃ البقرہ، آیت: "كُلُوا وَمَا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا"² کی تشریح میں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں:

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کو پسند کرتا ہے۔"³

اس طرح کی روایات سے مصنف نے روایتی تفسیر کی بنیادوں کو مستحکم کیا ہے۔

¹ گجراتی، حسن محمد، شیخ، تفسیر محمدی، ج 1، ص 5

² البقرہ: 168

³ گجراتی، حسن محمد، شیخ، تفسیر محمدی، ج 1، ص 66

فقہی رجحان

اگرچہ "تفسیر محمدی" فقہی مسائل میں زیادہ تفصیل نہیں رکھتی، تاہم جہاں ضرورت ہو، وہاں مصنف نے فقہی نکتہ نظر پیش کیا ہے۔
سورۃ البقرہ کی آیت: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے... فقہ حنفی کے مطابق مریض اور مسافر کو رخصت ہے۔"²
یہ فقہی اسلوب مختصر مگر واضح ہے، جو قاری کو شرعی مسئلے کی اصل صورت سمجھا دیتا ہے۔

عقائد کی تشریح

شیخ حسن محمد نے اہل سنت و جماعت کے متفق علیہ عقائد کو قرآنی آیات کے ذریعے مستحکم انداز میں بیان کیا ہے۔ سورۃ الاخلاص کی تفسیر میں وہ عقیدہ توحید کو یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ سورت توحید خالص کا اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے۔ نہ اس کی کوئی مثل، نہ نظیر، نہ اولاد، نہ والد۔ وہ بے نیاز ہے۔"³

اسی طرح عذاب قبر اور یوم آخرت کے موضوعات کو بھی ایمان کے جزو لازم کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

سادہ اور سلیس زبان

شیخ حسن محمد کا طرز تحریر نہایت سادہ، رواں، اور عام فہم ہے۔ انہوں نے علمی اصطلاحات اور مشکل اسالیب سے گریز کرتے ہوئے عام قاری کے ذہن میں قرآن کی بات اتارنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ العصر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"زمانے کی تقسیم، انسان سراسر نقصان میں ہے۔ یہ نقصان عمر کا بھی ہے اور عمل کا بھی۔ کامیاب وہی ہے جو ایمان لایا، نیک عمل کیا اور صبر و حق

کی نصیحت کی۔"⁴

اصلاحی و دعوتی انداز

مصنف کا اسلوب صرف علمی نہیں بلکہ اصلاحی اور دعوتی بھی ہے۔ وہ قاری کو متاثر کرنے کے لیے تشبیہ، نصیحت اور امید کا انداز اختیار کرتے ہیں۔ سورۃ الزلزال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان سمجھتا ہے کہ جو وہ کر رہا ہے، کوئی نہیں دیکھ رہا... لیکن وہ دن آئے گا جب ذرہ ذرہ سامنے آجائے گا... اب بھی وقت ہے، توبہ کر لے،

پلٹ آ۔"⁵

یہ اسلوب قاری کو روحانی جھٹکا دیتا ہے اور اصلاح کی طرف مائل کرتا ہے۔

نقص القرآن کا انداز

مصنف نے قرآنی قصص کو نہایت پراثر اور سبق آموز انداز میں پیش کیا ہے۔ حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فرعون نے غرور کیا، خدائی کا دعویٰ کیا... مگر رب کائنات نے اس کے غرور کو دریائے نیل کی گہرائیوں میں دفن کر دیا۔ تاکہ قیامت تک

¹ البقرہ: 183

² گجراتی، حسن محمد، شیخ، تفسیر محمدی، ج 1، ص 112

³ گجراتی، حسن محمد، شیخ، تفسیر محمدی، ج 4، ص 418

⁴ ایضاً، ج 4، ص 392

⁵ ایضاً، ج 4، ص 412

کے انسان عبرت حاصل کریں۔¹

مصنف کا انداز یہاں محض بیانیہ نہیں بلکہ جذباتی اور نصیحت آموز بھی ہے۔

قاری سے براہ راست خطاب

مصنف کا ایک خاص اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ قاری سے براہ راست مخاطب ہوتے ہیں۔ مثلاً:

”اے مسلمان! قرآن تیرے لیے ہدایت ہے، مگر تُو نے اسے محض ثواب کی کتاب بنا دیا... قرآن کو سمجھ، عمل کر، ورنہ خسارے میں رہے گا۔“

2

یہ طرز خطاب واعظانہ انداز رکھتا ہے، جو قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ "تفسیر محمدی" ایک جامع، سادہ، اور اصلاحی تفسیر ہے جو روایتی اصول تفسیر کے مطابق لکھی گئی ہے۔ اس کا منہج قرآن، حدیث اور اقوال سلف پر مبنی ہے اور اسلوب سہل، موثر اور دعوتی ہے۔ یہ تفسیر اہل ایمان کے لیے قرآن فہمی کا قیمتی ذریعہ ہے۔ شیخ حسن محمد کا اسلوب انہیں ان مفسرین کی صف میں شامل کرتا ہے جنہوں نے دین کی خدمت کو عام فہم انداز میں لوگوں تک پہنچایا۔

2- تفسیر حسینٰی کا منہجی مطالعہ

قرآن مجید کی تفسیر ہر دور میں اہل علم کا محبوب موضوع رہی ہے۔ برصغیر کے عہد مغلیہ میں تصوف، علم کلام، فقہ اور فلسفہ کی آمیزش سے قرآن فہمی کے نئے زاویے سامنے آئے۔ انہی تفسیری مساعی میں شاہ عبدالرزاق دہلوی کی "تفسیر حسینٰی" ایک منفرد مقام رکھتی ہے، جو صوفیانہ، اشاراتی اور اصلاحی منہج کی آئینہ دار ہے۔

مصنف کا تعارف

شاہ عبدالرزاق دہلوی (م 1136ھ / 1724ء) سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھنے والے ایک جلیل القدر عالم اور صوفی تھے۔ اُن کا شمار برصغیر کے ان مفسرین میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن کو تصوف اور باطنی معرفت کے زاویے سے دیکھا سمجھا اور سمجھایا۔ شاہ عبدالرزاق دہلوی برصغیر کے ممتاز عالم دین، محدث، صوفی اور فقیہ تھے۔ آپ نے مختلف فنون اسلامیہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ شاہ عبدالرزاق دہلوی نے قرآن مجید کی تفسیر میں بالخصوص باطنی معانی اور صوفیانہ رموز پر زور دیا۔ ان کی شہرہ آفاق تفسیر "تفسیر حسینٰی" ہے جو برصغیر میں صوفیانہ طرز تفسیر کی نمایاں مثال ہے۔ اس تفسیر میں انہوں نے قرآن کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔³ آپ سلسلہ چشتیہ کے بلند پایہ بزرگ تھے اور دہلی کے علمی و روحانی ماحول میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کا تعلق دہلی کے مشائخ چشت سے تھا اور سلسلہ چشتیہ کی روحانی روایت کے وارث تھے۔ ان کے ہاں شریعت اور طریقت کو ساتھ لے کر چلنے کا تصور نمایاں ہے۔ آپ کی تصانیف میں یہ بات صاف جھلکتی ہے کہ قرآن مجید کو محض فقہی یا ظاہری انداز میں نہیں بلکہ معرفت اور باطن کی روشنی میں بھی سمجھا جانا چاہیے۔ آپ نے دہلی میں ایک بڑے علمی و روحانی حلقے کی تربیت کی۔ آپ کے شاگردوں میں اہل علم و تصوف کی ایک بڑی جماعت شامل تھی۔ آپ 1136ھ / 1724ء میں دہلی میں وفات پا گئے۔ دہلی ہی میں آپ کا مزار اہل دل اور طالبان علم کے لیے مرجع خلائق ہے۔⁴

تفسیر حسینٰی منہج و اسلوب

تفسیر حسینٰی شیخ عبدالرزاق دہلوی (م 1136ھ / 1724ء) کی ایک اہم فارسی تفسیر ہے جو برصغیر کے علمی، صوفیانہ اور تفسیری ذوق کی نمائندہ ہے۔ یہ تفسیر

¹ آجرتی، حسن محمد، شیخ، تفسیر محمدی، ج 2، ص 155

² ایضاً، ج 1، ص 50

³ لکھنوی، عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ج 6، ص 112

⁴ لکھنوی، عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ج 6، ص 113

در اصل فارسی زبان میں قرآن کریم کی وہ تشریح ہے جو عامۃ الناس اور علمی حلقوں کے لیے یکساں طور پر افادیت رکھتی ہے۔ مصنف کا تعلق دہلی کے علمی خانوادے سے تھا اور وہ علوم دینیہ بالخصوص تفسیر، حدیث، تصوف اور فقہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ تفسیر حسینی کو اس دور کی دیگر تفاسیر پر یہ فوجیت حاصل ہے کہ اس میں تصوف، اخلاق، علم کلام اور عرفانی نکات کو بڑے حسین پیرائے میں قرآن کے مفاہیم کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ یہ تفسیر عوامی فہم کے لیے سہل زبان میں لکھی گئی ہے لیکن ساتھ ہی علم و معرفت کے موتی بھی بکھیرتی ہے، جس سے اس کی علمی اور روحانی افادیت دو چند ہو جاتی ہے۔ بلاشبہ تفسیر حسینی قرآن فہمی کو صوفیانہ تعبیرات، روایتی تفسیری اقوال اور دقیق معانی کا امتزاج سے پیش کرتی ہے۔

”این کتاب تفسیری است بر قرآن کریم کہ بر طرز اہل کشف و حال نگاشته شدہ است“¹

”یہ کتاب قرآن کریم کی ایک تفسیر ہے جو اہل کشف و حال کے انداز پر لکھی گئی ہے۔“

یہ اقتباس شاہ عبدالرزاق دہلوی کے تفسیری منہج کی جھلک پیش کرتا ہے کہ ان کی تفسیر صرف ظاہری مفہوم پر نہیں بلکہ باطنی و روحانی نکات پر بھی مشتمل ہے۔ یہی خصوصیت ”تفسیر حسینی“ کو دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتی ہے۔

تفسیر بالماثور

تفسیر حسینی میں بالماثور یعنی آیات و احادیث سے ماخوذ تشریحات کے ساتھ ساتھ صوفیانہ اشارات کا گہرا رنگ نظر آتا ہے۔ یہ مفسر اکثر اقوال صحابہ، تابعین، اور روایات تفسیریہ سے آغاز کرتے ہیں، اور پھر روحانی نکات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

”قال ابن عباس رضی اللہ عنہ ﴿تُورَ عَلٰی نُورٍ﴾ یعنی ایمان العبد ونور القرآن، و در اشارت گویم مراد تجلی صفات است بر قلب سالک“²

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا نور پر نور یعنی بندے کا ایمان اور قرآن کا نور، اور اشارت تائیں کہتا ہوں اس سے مراد سالک کے دل پر

صفاتی تجلی کا ظہور ہے۔“

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ شاہ عبدالرزاق دہلوی تفسیر بالماثور کے ساتھ ساتھ تفسیر بلا اشارہ کے قائل تھے۔ وہ پہلے روایت پیش کرتے ہیں اور پھر صوفیانہ تعبیر سے اس کی باطنی جہت بھی بیان کرتے ہیں، جو ان کے جامع منہج کو ظاہر کرتا ہے۔

بلاغی تفسیر

شاہ عبدالرزاق دہلوی کی نثر فارسی زبان کے اعلیٰ ادبی معیار پر مبنی ہے۔ ان کے اسلوب میں فصاحت، بلاغت اور سلاست کے ساتھ ایک معنوی گیرائی بھی پائی جاتی ہے۔ تشبیہات، استعارات اور مثالیں ان کے بیان میں حسن پیدا کرتی ہیں۔

”دل بے ذکر حق چون مرغ بی پر است؛ نہ در پرواز آید نہ بر شاخ نشیند“³

”اللہ کے ذکر سے خالی دل بغیر پروں والے پرندے کی مانند ہے کہ نہ وہ اڑ سکتا ہے اور نہ ہی کسی شاخ پر ٹھہر سکتا ہے۔“

یہ اسلوبی اقتباس تفسیر حسینی کی معنویت اور ادبی حسن کو ظاہر کرتا ہے۔ علامتی انداز میں بات کو مؤثر طریقے سے پیش کرنا شاہ عبدالرزاق دہلوی کے اسلوب

کا نمایاں وصف ہے، جو قاری کو صرف فہم ہی نہیں بلکہ جذب میں بھی لے جاتا ہے۔

اشاری تفسیر

شاہ عبدالرزاق آیات کے باطنی مفہوم پر زور دیتے ہیں۔ ہر آیت کی ظاہری تفسیر کے ساتھ ساتھ صوفیانہ تاویل بھی پیش کی جاتی ہے۔ آیت مبارکہ: ”اللہ نُورُ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نور کا ظاہری معنی اللہ نور ہے اور باطنی معنی سالک کے دل کا نور معرفت۔⁴

¹ دہلوی، شاہ عبدالرزاق، تفسیر حسینی، مطبع مجتہبی، دہلی، ج 1، ص 3

² دہلوی، شاہ عبدالرزاق، تفسیر حسینی، ج 2، ص 112

³ ایضاً، ج 3، ص 57

⁴ دہلوی، شاہ عبدالرزاق، تفسیر حسینی، ج 2، ص 278

معلوم ہوا کہ شاہ عبدالرزاق دہلوی بوقت ضرورت احسن انداز میں تفسیر اشاری کرتے ہیں۔ آپ آیات قرآن کا صوفیانہ اور اشاری پہلو بے دھڑک واضح کرتے ہیں۔

صوفیانہ تعبیرات و رموز

تفسیر حسینی کی ایک اہم خصوصیت اس کا صوفیانہ رجحان ہے۔ شاہ عبدالرزاق دہلوی صوفیاء کرام کے باطنی نکات کو نہ صرف بیان کرتے ہیں بلکہ قرآن کی بعض آیات کو صوفیانہ رموز میں تعبیر کرتے ہیں، جو معرفت کی راہوں کو واضح کرتا ہے۔

”مراد از صراط مستقیم طریق محبت است کہ صوفیان آن را طریق فنا فی اللہ دانند“¹

”صراط مستقیم سے مراد محبت کا راستہ ہے، جسے صوفیاء فنا فی اللہ کا راستہ سمجھتے ہیں۔“

یہاں شاہ عبدالرزاق صوفیانہ تفسیر کا خوبصورت نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ”صراط مستقیم“ کا عرفانی مفہوم بیان کر کے وہ قاری کو ظاہر سے باطن کی طرف متوجہ کرتے ہیں، جو ان کے تفسیر بالا اشارہ کے اسلوب کا خاصہ ہے۔

عقائد و اخلاق پر زور

تفسیر حسینی میں شاہ عبدالرزاق دہلوی نے عقائد اسلامیہ اور اخلاقیات پر بھرپور زور دیا ہے۔ وہ قرآن کی آیات کو فقط فنی اور لسانی انداز سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کا مقصد قلب و نظر کی تطہیر بھی ہے۔

”ایمان بی عمل همچو شمع بی نور است و عمل بی اخلاص چون جسم بی روح“²

”عمل کے بغیر ایمان چراغ کے بغیر روشنی کی مانند ہے؛ اور اخلاص کے بغیر عمل جسم کے بغیر روح کے مانند۔“

یہ اقتباس بتاتا ہے کہ شاہ عبدالرزاق دہلوی قرآن کی روشنی میں اخلاقی اصولوں کو کس طرح بیان کرتے ہیں۔ وہ عقیدے، عمل، اور نیت کی اہمیت کو نہایت حکیمانہ انداز میں واضح کرتے ہیں، جو تربیتی پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔

تفسیر حسینی تصوف، اخلاق، اور روحانیت کے امتزاج سے بھرپور ایک منفرد تفسیری کاوش ہے۔ اس تفسیر کا مطالعہ نہ صرف روحانی بالیدگی کا ذریعہ ہے، بلکہ اس سے برصغیر کے علمی و دینی مزاج کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کا اسلوب اصلاحی، سادہ اور اثر انگیز ہے، جو آج بھی قاری کو متوجہ کرتا ہے۔

3- تفسیر نعمت عظمیٰ کا منہجی مطالعہ

نعمت خان عالی کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ وہ بیک وقت عالم دین، حکیم شاعر اور اچھے نثر نگار تھے۔ ان کا شمار عہد عالمگیری کے سرکاری ملازمین اور اس کے دربار کے خاص مقربین میں سے تھا۔ ہندوستان کے علمی اور تعلیمی حلقوں میں ان کی عام شہرت ان کی مشہور تصنیف ”وقائع“ کے سبب ہوئی جو اپنے طرز انشاء کی ندرتوں سے مقبول عام ہوئی اور بہت دنوں تک نصاب تعلیم میں داخل رہی۔ جہاں تک ان کے خاندان اور وطن کا سوال ہے تو تذکرہ نگار اور مؤرخ عموماً ان کو شیرازی لکھتے ہیں لیکن نعمت خان عالی کے اجداد ترکی تھے۔ جو صفوی عہد میں ہرات اور فرارہ میں آباد ہوئے اور بعد میں شیراز جاکر فن طبابت میں شہرت حاصل کی۔ نعمت خان کا نام خود ان کے بیان کے مطابق نور الدین محمد تھا اور شیراز کے ایک ذی علم خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ابتداءً یہ مرزا محمد شیرازی کے نام سے موسوم تھے۔⁴

ان کے والد کا نام حکیم فتح الدین تھا وہ شیراز سے ہندوستان آئے تھے اور اسی زمانے میں نعمت خان عالی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی نشوونما ہندوستان

¹ دہلوی، شاہ عبدالرزاق، تفسیر حسینی، ج 1، ص 145

² ایضاً، ج 2، ص 201

³ خوش گو بندر ابن داس، سفینہ خوشنگو، طبع پٹنہ، سن، ص 89

⁴ معارف (ماہنامہ)، عظیم گڑھ، مئی 1943ء، ص 381

میں ہوئی اور کم سنی میں والد کے ساتھ شیراز چلے گئے۔ ا وہاں شیراز میں کسب کمال کیا اور پھر ہندوستان آئے اور ملاشیخ ایزدی سے فیض اٹھایا۔² اس کے خاندان کے باکمال اہل علم سلطنت مغلیہ کے دامن دولت سے وابستہ ہو چکے تھے چنانچہ اس کے چچا زاد بھائی حکیم محسن خان شیرازی شاہ عالم کی شہزادگی کے زمانے میں ان کے مصاحب تھے۔ حکیم محسن کے لڑکے حکیم حازق شیرازی عالمگیر کے آخری عہد میں امیر الملک اور محمد شاہ کے زمانے میں بیخ ہزاری منصب و خطاب حکیم الملوک سے سرفرازی کے لئے۔³ عالی کو شہزادگان اور امراء کے یہاں رسائی حاصل تھی۔ زیب النساء ان کے علم و فضل کی قائل تھی، چنانچہ 1692ء میں بادشاہ نے عالی کو نعمت خان کا خطاب دے کر داروغہ باورچی خانہ کا منصب بخشا اور کچھ عرصہ بعد داروغہ خواہر خانہ اور مقرب خان کے خطاب سے ممتاز کیا۔⁴ نعمت خان کا خود بیان ہے کہ وہ شاہ جہان کے عہد حکومت میں سرکاری ملازمت اختیار کی اور عالمگیر کے عہد میں شاہی اعزازات سے نوازے گئے۔⁵

نعمت خان عالی عالمگیر کے عہد میں پہلی بار پرچہ نویسی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے اسی زمانے میں انہوں نے وقائع لکھی۔⁶ مذکورہ عہدوں پر فائز ہونے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگزیب کو نعمت خان پر بہت اعتماد تھا۔ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد جب اعظم شاہ دارالسلطنت پر قابض ہوا اور شاہ عالم بہادر شاہ سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تو مرزا محمد مقرب خان اس کے ہم رکاب تھا۔⁷ جب وہ گوالیار پہنچا تو معلوم ہوا کہ شاہ عالم بہادر شاہ نے اکبر آباد کا رخ کیا اعظم شاہ نے اپنی بہن زیب النساء اور قیمتی سامان جو ہرات کو قلعہ گوالیار میں حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اس لیے نعمت خان بھی جوہرات کی حفاظت کے لیے گوالیار میں رک گئے۔ اعظم خان کے مارے جانے کے بعد اس نے جوہرات کو پوری حفاظت کے ساتھ شاہ عالم کی خدمت میں لاکر پیش کیا اور اس حسن خدمت سے شاہ عالم کی نظروں میں وقعت حاصل کی اور اس نے اس کے صلہ میں اس کو دانشمند خان کا بلند خطاب عطا کیا۔⁸ وہ ان سے اتنا خوش ہوا کہ انہیں سرکاری دستاویزات سے اپنے عہد کی تعریف لکھنے پر مامور کیا۔⁹ لیکن اس کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی اس دنیا سے اسے نجات مل گئی۔

نعمت خان مختلف علوم و فنون نقلی و عقلی میں دست گاہ اور نظم و نثر میں بڑی قدرت رکھتے تھے۔¹⁰ حتیٰ کہ جھوگوئی اور ہزل نویسی ان کا طرہ امتیاز تھا ان کی شاعری کا اصل کمال طنز و مزاح میں ہے مگر ان کی غزلیں سنجیدہ اور متین ہیں غالب کے متعدد شعروں کا سرچشمہ عالی کے اشعار کو بتایا جاتا ہے۔¹¹ فارسی ادب میں عالی کی شہرت ان کے بے پناہ طنز و مزاح کی بنا پر ہے، انہوں نے اپنے تیر و نثر سے شاید ہی کسی رئیس کو بخشا ہو۔ ان کے متعلق مورخین نے لکھا ہے:

”اکثر امراء و نویسندگان زخمی تیغ زبان او بودند و تشنه خورش بو دندو اودست از کناہ و بوجو برنی داشت۔“¹²

¹¹ آزاد بلگرامی، مولانا، سرو آزاد، قلمی نسخہ، دارالمصنفین، ورق: 78؛ بدخشانی، مقبول بیگ، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، ج 4، فارسی ادب دوم (1526ء۔

1707ء)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 1971ء، ص 414

² آزاد بلگرامی، مولانا، سرو آزاد، ص 78؛ بدخشانی، مقبول بیگ، مرزا، ص 414

³ آزاد بلگرامی، مولانا، سرو آزاد، ص 78

⁴ بدخشانی، مقبول بیگ، مرزا، ص 416؛ آزاد بلگرامی، مولانا، سرو آزاد، ص 78

⁵ فہرست مخطوطہ فارسی، برٹش میوزیم، ج 1، ص 272

⁶ معارف (ماہنامہ)، مئی 1943ء، ص 383

⁷ ایضاً، ص 383

⁸ بدخشانی، مقبول بیگ، معارف (ماہنامہ)، مئی 1943ء، ص 383؛ ہاشم علی خان، منتخب اللہاب اردو، کراچی، 1985ء، ج 3، ص 306

⁹ صباح الدین عبدالرحمن سید، بزم تموریہ، ج 3، ص 52

¹⁰ ہاشم علی خان، منتخب اللہاب، ص 306

¹¹ مہر، غلام رسول، ماہ نور، کراچی، فروری 1965ء

¹² آزاد، محمد حسین، مولانا، آپ حیات، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص 183

”اکثر امراء اور درباری اشراف اُس کی زبان کی تلوار سے زخمی تھے اور اُس کے خون کے پیاسے تھے، مگر وہ طنز و کنایہ اور ہجو سے باز نہ آتا تھا۔“
وہ عالمگیر کے دربار میں اپنی لطیفہ گوئی، بزلہ سنجی اور ہجو گوئی سے لوگوں کی نگاہوں میں رہتا تھا اور عالمگیر کے بڑے مصائبوں میں سے تھا۔¹ اور نگزیب اور شای خاندان کے افراد بھی عالی کے ہجو یہ نثر سے محفوظ نہیں تھے۔ حالانکہ اس نے اور نگزیب کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ اور کئی اشعار نظم کیے ہیں لیکن وقائع نعمت خان میں اور اور نگزیب کی ہجو بھی ملتی ہے۔

نعمت خالی نے نظم و نثر دونوں میں تصانیف چھوڑی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

وقائع نعمت خان عالی	جنگ نامہ	بہادر شاہ نامہ مشنوی	رتعات و مضحکات
تفسیر نعمت عظمیٰ	دیوان عالی تفسیر نعمت عظمیٰ		
تفسیر نعمت عظمیٰ			

اور نگزیب عالمگیر کے عہد میں دیگر علوم و فنون کے ساتھ تفسیر کو بھی فروغ حاصل ہوا جس میں بادشاہ کی ذاتی دلچسپی اور توجہ کو خاص دخل تھا اس دور کی اہم فارسی تفسیروں میں محمد صدیق علوی کی مرتب کی ہوئی تفصیل تفسیر امینی کے نام سے مشہور ہوئی لیکن سب سے اہم فارسی تفسیر نعمت عظمیٰ ہے۔² جو اور نگزیب کے نام سے معنون ہے اور نعمت خان عالی متوفی 1709ء کی تصنیف ہے۔ یہ تفسیر 1703ء میں مکمل ہوئی ہے اور یہ دو حصوں میں منقسم ہے حصہ اول 16 سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہے اور حصہ دوم میں باقی 98 سورتوں کی تشریح و توضیح پیش کی گئی ہے۔ مولف نے اس میں لغوی اور نحوی بحثوں کے ضمن میں جا بجا عربی اشعار نقل کیے ہیں۔³

نعمت خان عالی المعروف بہ دانشمند خان ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے شاعری، نثر اور علوم عقلی و نقلی میں یکساں کمال دکھایا۔ وہ دربار عالمگیری کے مقررین میں سے تھے اور اپنی ادبی صلاحیت، بذلہ سنجی اور طنز و مزاح سے شہرت رکھتے تھے۔ ان کی علمی شہرت بالخصوص ”وقائع“ کے سبب زیادہ ہوئی، مگر انہوں نے دیگر کتب کے ساتھ ساتھ ایک اہم تفسیر بھی تصنیف کی جسے تفسیر نعمت عظمیٰ کہا جاتا ہے۔ اس تفسیر میں مولف نے لغوی و نحوی بحثوں کے ساتھ ساتھ عربی اشعار بھی نقل کیے، جس سے ان کی وسعت علم اور فن تفسیر میں مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے منہج میں ادبی رنگ اور علمی استدلال دونوں نمایاں ہیں، اور یہ عہد مغلیہ میں فارسی تفسیری ادب کے ارتقا کی اہم کڑی شمار ہوتی ہے۔

4- زیب التفاسیر کا منہجی مطالعہ

مغلیہ دور میں فارسی زبان میں لکھی جانے والی تفاسیر میں زیب التفاسیر کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ تفسیر صفی بن ولی قزوینی کی تصنیف ہے، جو شہزادی زیب النساء کے کتب پر مرتب کی گئی۔ علمی و ادبی حسن کے ساتھ یہ تفسیر کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور اپنے دور کی علمی فضاء میں ایک بلند پایہ تفسیری خدمت شمار ہوتی ہے۔ اس کا شمار مغلیہ عہد کی ان تفاسیر میں ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف قرآن فہمی میں معاونت کی بلکہ فارسی زبان میں تفسیری ادب کو بھی جلا بخشی۔

مصنف کا تعارف

صفی الدین ولی قزوینی عہد عالمگیری کے ممتاز اور معروف اصحاب قلم میں سے تھے ان کی اصل ایران کے صوبہ آذربائیجان کے ایک مشہور شہر قزوین سے تھی۔⁴ انہوں نے اپنی بعض تالیفات کے شروع میں اپنے نام کے ساتھ ساکن قزوین لکھا ہے۔⁵ ان کی سب سے اہم تصنیف انیس الحجاج کے مخطوطہ میں ان کا نام صفی

¹ سندیلوی، احمد علی، مخزن الغرائب، قلمی نسخہ، دارالمصنفین، ص 478

² تفسیر نعمت عظمیٰ کا ایک مخطوطہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کوزن کلکیشن میں محفوظ ہے۔

³ مجلہ علوم القرآن، (ششمالی) جولائی، دسمبر 1985ء، علی گڑھ، ص 132

⁴ یا قوت الحموی، معجم البلدان، دار احیاء التراث، بیروت، 1957ء، ص 47، ص 342

⁵ انیس الحجاج، مخطوطہ، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ص 93

بن ولی قزوینی درج ہے، لیکن آثار عالمگیری میں ان کا نام ملاصفی الدین الارادبیلی ملتا ہے۔¹ ملاصفی الدین ولی قزوینی یا ان کے اجداد کب ہندوستان آئے اس سلسلے میں تاریخی کتب و تذکروں سے کوئی صاف بات نہیں ملتی بعض ماخذوں سے صرف اتنی معلومات دستیاب ہیں کہ وہ زیب النساء بنت اور نگزیب کے علمی دربار کے رکن رکین تھے۔ بعض ماخذوں کے مطابق وہ شہزادی کے استادوں میں بھی شامل تھے۔² شہزادی زیب النساء حافظ قرآن ہونے کے ساتھ عربی اور فارسی پر عبور رکھتی تھیں شعر و شاعری کا ذوق بھی تھا خطاطی میں نسخ، نستعلیق و شکستہ کی ماہر تھیں۔³ زیب النساء نے کلام پاک، مسماۃ مریم زمانی ام عنایت اللہ کشمیری کی سرپرستی میں حفظ کیا، اس کے علاوہ انہوں نے ملاجیون ایٹھوی سے کتب درس پڑھیں شعر اور انشاء کی تعلیم شیخ محمد سعید ماژندرانی سے حاصل کی۔⁴ شہزادی نے خطاطی میں نامور خطاط عبدالرشید دہلی سے استفادہ کیا۔⁵ زیب النساء کے معلموں میں شیخ محمد سعید مان درانی ایک ایسے معلم تھے جو بیک وقت فق اصول فقہ اور علم حدیث کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری نیز فن خطاطی میں کمال رکھتے تھے۔⁶ زیب النساء ایک علم دوست خاتون تھیں علم و فن کے فروغ اور اہل علم کی سرپرستی و ہمت افزائی کیا کرتی تھیں، ان کے دربار سے بہت سے علماء فضلاء اور شعراء منسلک تھے علامہ شبلی نے ان کے علمی دربار کو اکیڈمی (بیت العلوم) سے تعبیر کیا ہے۔⁷

ان کا ذاتی کتب خانہ مختلف علوم و فنون کی نادر کتابوں پر مشتمل تھا۔⁸ صفی بن ولی قزوینی دوسرے علماء و فضلاء کی طرح شہزادی کے علمی دربار سے منسلک تھے اور شہزادی کے ایماء پر انہوں نے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا۔ صفی الدین ولی قزوینی کے اثر و رسوخ اور شاہی خاندان سے ان کے روابط سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے دہلی میں سکونت پذیر رہے ہوں گے البتہ یہ ثابت ہے کہ وہ کچھ عرصہ مراد آباد میں بھی مقیم رہے اس لیے کہ مراد آباد کے قیام کے دوران انہوں نے اصالت خان فوجدار مراد آباد کے لیے تاریخ کی کتاب تحفۃ الاخیر مرتب کی۔⁹ انہوں نے یہ کتاب 1666ء میں مکمل کی غالباً انہوں نے وہ کشمیر گئے جہاں انہوں نے 1670ء میں تفسیر کبیر کا فارسی میں ترجمہ شروع کیا جو 1676ء میں پایا تکمیل کو پہنچا اسی سال وہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔¹⁰ انہوں نے خود اپنے معروف سفر نامہ حج میں ذکر کیا ہے کہ 1087ھ بمطابق 1676ء میں زیب النساء کی تکمیل کے بعد شہزادی سے رخصت لے کر ارض مقدس کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً ایک سال بعد وہ اس مبارک سفر سے واپس ہوئے۔¹¹ شہزادی نے انہیں سفر کے اخراجات کے لیے ایک لمبی رقم بھی دی تھی۔¹² مذکورہ بالا باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صفی الدین ولی قزوینی زیب النساء کے بہت قریبی اور ان کے علمی دربار میں بہت ممتاز تھے۔ صفی الدین ولی قزوینی نے اپنی جو علمی یادگاریں چھوڑی ہیں ان کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو عربی و فارسی زبانوں پر عبور کے ساتھ ساتھ تاریخ اور اسلامی علوم میں بھی مہارت تھی ان کی جو تصانیف ہندوستان اور بیرون ہند

¹ محمد ساقی، مستعد خان، آثار عالمگیری (انگریزی ترجمہ جادونا تھ)، سرکار ایشیاٹک سوسائٹی، 1990ء، ص 322

² ندوی، معین الدین، شاہ، انیس الحج، ہندوستان کا فارسی زبان کا پہلا نایاب سفر نامہ، معارف، جنوری، 1964ء، ص 6

³ محمد ساقی، مستعد خان، آثار عالمگیری، ص 322؛ شبلی نعمانی، علامہ، مقالات شبلی، اعظم گڑھ، 1936ء، ج 5، ص 111

⁴ ملاجیون کے معاصر علماء، ص 84

⁵ اعجاز راہی، تاریخ خطاطی، اسلام آباد، 1986ء، ص 57

⁶ صباح الدین عبدالرحمن، سید، بزم تیموریہ، ج 3، ص 357

⁷ شبلی نعمانی، علامہ، مقالات شبلی، ص 111

⁸ محمد ساقی، مستعد خان، آثار عالمگیری، ص 322

⁹ اصلاحی، ظفر الاسلام، پروفیسر، سہ ماہی، فکر و نظر، علی گڑھ، 1997ء، شمارہ 2، ج 34، ص 27

¹⁰ ایضاً، ص 27

¹¹ اصلاحی، ظفر الاسلام، پروفیسر، سہ ماہی، فکر و نظر، شمارہ 2، ج 34، ص 27

¹² ایضاً

سے فراغت کے بعد مولف نے حج کے لیے رخت سفر باندھا۔¹ ازبب التفاسیر امام رازی کی تالیف تفسیر کبیر کا فارسی میں ترجمہ ہے۔² لیکن اس کی موجود جلد کا حجم ہونے سے یہ بات قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ محض اس کا ترجمہ اتنی جلد میں پھیلا ہوا ہو گا دوسرے بعض جدید سکالر زرنے واضح طور پر زبب تفسیر کے ماخذ بیان کیے ہیں جن میں تفسیر نیشاپوری، تفسیر فخر الدین رازی، تفسیر کشف، تفسیر بیضاوی اور بحر مواج شامل ہیں۔³

اگر اول الذکر قول کو ترجیح دی جائے تو اسے صفی علی قزوینی کی مستقل تصنیف کہنا صحیح نہیں اور اگر آخر الذکر قول کو مانا جائے تو اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک فارسی ترجمہ نہیں بلکہ ایک مستقل تفسیر ہے جس میں متعدد قدیم تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے اگر ترجمہ مان لیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد عالمگیری میں انجام پانے والا یہ فارسی ترجمہ اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ تفسیر رازی یا تفسیر کبیر کو ان تفاسیر میں ایک نمائندہ تفسیر کی حیثیت حاصل ہے جو تفسیر بالرائے کے منہج پر لکھی گئیں۔⁴ یہ تفسیر قرآن کریم کے معنی و مفہام کی وضاحت میں فلسفہ، علم الکلام اور دوسرے عقلی علوم کے مباحث کے لیے کافی مشہور ہے اور اس نوکے مباحث کی کثرت کی وجہ سے ہدف تنقید بھی بنی ہے اس تفسیر کا ایک نمایاں پہلو جا بجا بربط آیات کو واضح کرنا ہے۔

5- زبدۃ التفاسیر کا منہجی مطالعہ

ملا معین الدین کشمیری کشمیر کے مشہور عالم، خواجہ معین الدین بلند مرتبہ عالم تھے وہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ وہیں تربیت پائی اور اپنے والد سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کیے۔⁵ پھر دہلی میں جا کر تعلیم حاصل کی اور حصول تعلیم کے بعد کشمیر واپس آئے آپ کے والد عارف کبیر خاندان محمود مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے۔ جب خاندان محمود نے شاجہاں کی ایما پر کشمیر کی سکونت ترک کر کے لاہور میں قیام اختیار کیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے خواجہ معین الدین کو لاہور سے کشمیر بھیج دیا تاکہ وہاں کی خانقاہ سنبھالنے اور رشد و ہدایت کی خدمت سرانجام دیں۔⁶ ملا معین الدین تقویٰ اور پرہیز گاری میں بے مثال تھے۔ علماء و صلحاء میں اپنی تقریر و تحریر کے باعث مشہور تھے۔ سنت اور شریعت کی ترویج و اشاعت نیز بدعات کے قلع قمع میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا؟⁷ خواجہ معین الدین کا انتقال کشمیر میں 108ھ میں ہوا ان کا مزار آج تک زیارت گاہ خلائق ہے۔⁸

خواجہ معین الدین کثیر التصانیف فاضل تھے وہ اپنے عہد کی بدعات کے خاتمے کے لیے کوشاں رہے۔ جب اورنگزیب کا عہد آیا تو "زبدۃ التفاسیر" لکھی اس تفسیر کے خطبہ میں تحریر فرماتے ہیں "میں عرصہ دراز سے ان بدعات سے پریشان تھا جو اس ملک میں رائج ہیں 20 سال کے بعد عالمگیری کا دور آیا اور مجھے اور ملک کو اطمینان ہوا تو بطور شکر یہ میں نے یہ تفسیر لکھ کر بادشاہ کے حضور پیش کی۔"⁹ زبدۃ التفاسیر کا ایک نسخہ پٹنہ لائبریری میں بھی موجود ہے فہرست میں اس کا نمبر 1446 ہے اور صفحات کی تعداد 682 ہے۔ ملا معین الدین نے اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں لکھیں جن کا مختلف تذکروں سے پتہ چلتا ہے ان کی کچھ تصانیف درج ذیل ہیں۔

¹ اصلاحی، ظفر الاسلام، ڈاکٹر، سہ ماہی فکر و نظر، ص 28

² عبدالحی، سید، الصفا فتح ثقافتہ الاسلامیہ فی الہند، دمشق، 1958ء، ص 165

³ اصلاحی، ظفر الاسلام، ڈاکٹر، مجلہ علوم القرآن (ششماہی)، شمارہ 1، ج 1، ص 133

⁴ اصلاحی، ظفر الاسلام، ڈاکٹر، سہ ماہی فکر و نظر، ص 29

⁵ غلام سرور، مفتی، خزینۃ الاصفیاء، مطبع نول کشور، کانپور، ج 1، ص 644

⁶ ایضاً، ج 1، ص 644

⁷ ایضاً، ج 1، ص 643

⁸ ایضاً، ج 1، ص 644

⁹ محمد عمران، قاضی، زبدۃ التفاسیر، قلمی مخزنہ، سعید یہ لائبریری ٹونک، معارف، مارچ 1967ء، ص 231

- 1- فتاویٰ نقشبندیہ: یہ فتاویٰ آپ نے علمائے عصر کی خواہش پر مرتب کیا۔¹
 - 2- کنز السادات: یہ رسالہ مسائل فقہ کے سلسلہ میں تالیف کیا گیا۔²
 - 3- رسالہ رضوانی: اس رسالہ میں اپنے والد خاندان محمود کے حالات، کرامات اور مراتب بیان کیے ہیں
 - 4- اور اپنا آبائی نسب نامہ بھی دیا ہے۔³
 - 5- شرح القرآن: یہ بھی مصنف کی فارسی تفسیر ہے جو 1072ھ میں لکھی گئی۔⁴
- یہ تفسیر عربی زبان میں ہے، اس کی ابتدائی عبارت اس طرح ہے:
- " الحمد لله الذي نزل كتابه الذي هو ناسخ الاديان"⁵
- اور آخر کی عبارت اس طرح ہے:
- " الحمد لله حمدا كثيرا قد وقع الفراغ من تاليف هذا التفسير و في كشف وجوه عرائس الفرائد مع الاقتصاد عن طرفي الاكثار والافلال"⁶
- کتاب کا خطبہ اور نگریب عالمگیر کے نام کا لکھا گیا ہے "شاہ اور نگریب عادل عالمگیر" اس کی تاریخ تصنیف ہے۔ مصنف نے اس تفسیر میں متن قرآن کو "ق سے اور اس کی تفسیر کو "ت سے ظاہر کیا ہے۔ کاتب نے ان الفاظ میں کتاب پر تبصرہ کیا ہے۔
- "التفسير الذي لا نظير له في وجازة لفظه وسلاسه بيانه و ايضاح معانيه"⁷
- مذکورہ بالا عبارت سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی تفسیر اس دور میں لکھی گئی دوسری تفسیروں سے کچھ کم نہ تھی زبان کی سلاست اور معنی و مطالب کی وضاحت میں بھی اس کی نظیر نہیں تھی۔
- 6- زبدة التفاسير (از قاضی عبدالوہاب گجراتی) کا مہینہ مطالعہ
- زبدة التفاسیر نامی دوسری تفسیر شیخ الاسلام بن قاضی عبدالوہاب گجراتی کی ہے جس کا پورا نام "زبدہ التفاسیر للقدماء المشاہیر" ہے۔ اس تفسیر کے دو قلمی نسخے ہندوستان کی لاہور بیروں میں پائے جاتے ہیں۔ ایک قلمی نسخہ اسلامک سٹڈیز کی لاہور بیروں جامعہ ہمدرد، نئی دہلی میں اور دوسرا نسخہ رضالاہور بیروں، رام پور میں لیکن دونوں نسخوں کی کتابت میں فرق ہے ایسا لگتا ہے کہ دو الگ الگ کاتبوں نے یہ نسخے تحریر کیے ہیں۔ جامعہ ہمدرد کے نسخے پر اتنے حواشی بھی نہیں جتنے رضالاہور بیروں کے نسخے پر موجود ہیں، البتہ رضالاہور بیروں کا نسخہ اچھی حالت میں ہے اور اس کے صفحات کی تعداد 737 ہے۔
- شیخ الاسلام مشہور فقہاء حنفیہ میں سے تھے۔ وہ علم و عمل، زہد و تقویٰ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اپنے وقت کے امام تھے۔ صدق و امانت، عفت و صیانت، حسن عہد اور اخلاق، مجز و انکسار اور شدت خوف ان میں بدرجہ اتم موجود تھا۔⁸ حقیقت یہ ہے کہ قاضیوں کے جرجہ میں ان سے زیادہ نیک سیرت دوسرا کوئی نہیں تھا۔ قاضی عبدالوہاب 26 نومبر 1675ء کو دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کر گئے اور ان کے انتقال کے بعد شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کی ضد پر شیخ الاسلام ان کے

¹ غلام سرور، مفتی، خزینۃ الاصفیاء، ص 643

² غلام سرور، مفتی، خزینۃ الاصفیاء، ص 643

³ ایضاً

⁴ معارف (ماہنامہ)، مارچ، ج 67، ص 232

⁵ ایضاً، ص 230

⁶ ایضاً، ص 230

⁷ ایضاً، ص 230-231

⁸ لکھنوی، عبدالرحمن، نزہۃ الخواطر، ج 6، ص 111



QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

جانشین ہوئے۔¹ قاضی عبد الوہاب نے دو لاکھ اشرفیاں، پانچ لاکھ روپے اور اس کے علاوہ بہت سے قیمتی جواہرات اور دوسرا سامان بطور ورثہ چھوڑا۔ اس میں سے جو کچھ شیخ الاسلام کے حصے کا بنا، اسے انہوں نے ضرورت مندوں اور یتیموں کے میں اپنے والد کے گناہوں کے بدلے میں تقسیم کر دیا اور بقیہ اپنے بھائیوں اور وارثین کو دے دیا۔² شیخ الاسلام اپنے والد کے مقابلے میں بہت ہی صادق و ایماندار تھے اور سادہ زندگی گزارتے تھے شیخ الاسلام کی کتاب "زبدۃ التفاسیر للقدماء المشاہیر" کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:

"الحمد لله الذي انزل القرآن شفاء لما في الصدور ورحمة للمؤمنين ومصداق لما بين يديه وهدى وموعظة للمتقين"³

اور اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے:

"تمت هذا الكتاب بعون الله الملك الوهاب"⁴

تفسیر میں مؤلف نے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے جیسا کہ مؤلف نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔

عبد ضعیف بن شیخ الاسلام قاضی القضاة عبد الوہاب گجراتی کہتے ہیں کہ ارباب علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ علم تفسیر کو علوم دینیہ میں اہم مقام حاصل ہے اور یہ جملہ علوم کا سردار اور شرعی قواعد کی بنیاد ہے قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت میرے کمزور ذہن میں یہ بات آئی کہ متقدمین کی تفسیروں سے استفادہ کر کے میں ایک مختصر سی تفسیر مرتب کروں جو تلاوت کے وقت پڑھنے والے کی قرآنی مطالب و معانی سمجھنے میں مدد کرے۔ تفسیر کی عبارت حفص بن سلیمان کی روایت کے مطابق ہو اور احکامات کا بیان امام ابو حنیفہ کے مسلک پر ہو۔⁵

لیکن شیخ الاسلام کی تفسیر کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے پیش نظر مشہور درسی تفسیر جلالین رہی ہے اور مؤلف نے اس مختصر تفسیر کو مختصر ترین بنانے کی کوشش کی ہے جس سے کہیں کہیں عبارت میں خوبصورتی آگئی ہے اور کہیں کہیں یہ عبارت بگڑ گئی ہے۔ مؤلف نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں تفسیر بیان کی ہے اور کہیں کہیں شان نزول بھی بیان کر دیا ہے۔ آیات کے مطابق آسان زبان میں تفسیر لکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس تفسیر میں احکامات کو حنفی مسلک کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

عہد مغلیہ کی بعض کتب قرآنیات اپنی اصل حالت میں دستیاب نہیں ہیں۔ وہ باوجود تلاش بسیار کے نہیں ملیں۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر:

1757ء سے 1857ء تک کے دور کا اسلامی لٹریچر اٹھا کر لے گئے تاکہ مسلمان کہیں دوبارہ اٹھ کھڑے نہ ہوں میں نے مقامات پر ان کتب کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ تفاسیر فیزیکی موجود نہیں، ان کے نام ملتے ہیں مسلمانوں کے تاریخی علمی لٹریچر میں بہت سارا لٹریچر ایسا ہے جو موجود نہیں فیزیکی ایگسٹ ہی نہیں کرتا لیبرونی کے لٹریچر کو انٹوں اٹھائے پھرتے تھے مگر اب اس کی چند کتب ہی موجود ہیں۔⁶

خلاصہ

¹ ہاشم علی خان، منتخب اللباب، ص 226

² ایضاً

³ زبدۃ التفاسیر، قلمی نسخہ، جرنل نمبر 2، رضالاہیری، رامپور، 1995ء، ص 180

⁴ ایضاً

⁵ زبدۃ التفاسیر، قلمی نسخہ، ص 533

⁶ گفٹ یونیورسٹی گو جرنوالہ میں 25 جولائی 2025ء بروز جمعہ کو بالمشافہ ملاقات میں فرمایا۔

- اس مقالے کے مندرجات کا خلاصہ درج ذیل ہے:
- 1- برصغیر کے عہد مغلیہ میں علم تفسیر کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ مغل سلاطین کی سرپرستی اور دینی و علمی مراکز کے قیام نے اس دور میں تفسیری ادب کی ترقی کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا۔
 - 2- اس عہد میں لکھی جانے والی تفاسیر محض ترجمہ و تشریح تک محدود نہیں تھیں بلکہ ان میں فقہی، کلامی، صوفیانہ اور ادبی پہلوؤں کو بھی بڑی مہارت اور سلیقے سے شامل کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تفاسیر نہ صرف علمی حلقوں کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں بلکہ عوام الناس کی رہنمائی اور اصلاح کے پہلو سے بھی بے حد اہمیت رکھتی ہیں۔
 - 3- "تفسیر محمدی" شیخ حسن محمد کی ایک نمایاں کاوش ہے، جس میں قرآن کو عامۃ الناس کے لیے آسان اور عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں علمی گہرائی کے ساتھ ساتھ دعوتی اور اصلاحی پہلو نمایاں ہیں۔
 - 4- "تفسیر حسینی" شاہ عبدالرزاق دہلوی کی تصنیف ہے جس میں تصوف، اشارات اور اصلاح باطن کے پہلو غالب ہیں۔ یہ تفسیر اس بات کی عکاس ہے کہ مغلیہ عہد میں صوفیانہ فکر اور قرآنی تفسیر کا گہرا تعلق موجود ہے۔
 - 5- "تفسیر نعمت عظمیٰ" نعمت خان عالی کی ہمہ جہت شخصیت کی جھلک پیش کرتی ہے۔ ان کے علمی و ادبی ذوق نے اس تفسیر کو صرف مذہبی کتاب نہیں بلکہ ایک ادبی شاہکار بھی بنا دیا۔
 - 6- "زیب التفاسیر" صفی بن ولی قزوینی کی تصنیف ہے جو شہزادی زیب النساء کی سرپرستی میں مرتب ہوئی۔ یہ نہ صرف فارسی زبان کی تفسیری روایت کا ایک اہم سنگ میل ہے بلکہ اپنے ادبی حسن اور علمی گہرائی کی بدولت برصغیر میں قرآن فہمی کے فروغ کا ذریعہ بھی بنی۔
 - 7- "زبدۃ التفاسیر" کی دو الگ الگ تصانیف بھی اس دور کی علمی فضا کو نمایاں کرتی ہیں۔ ملا معین کشمیری کی "زبدۃ التفاسیر" میں صوفیانہ رنگ اور اصلاحی مزاج جھلکتا ہے جبکہ قاضی عبدالوہاب گجراتی کی "زبدۃ التفاسیر" ایک ضخیم اور محققانہ تفسیر ہے جس کے متعدد قلمی نسخے آج بھی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ یہ دونوں تفاسیر اپنے انداز میں قرآن فہمی کی گہرائی اور برصغیر کی علمی روایت کی عکاسی کرتی ہیں۔
 - 8- مجموعی طور پر دیکھا جائے تو مغلیہ دور میں لکھی گئی یہ تفاسیر برصغیر کے علمی و فکری ورثے کا ایک روشن باب ہیں۔ ان میں ہر مفسر نے اپنے ذاتی علمی پس منظر، فکری رجحان اور زمانی ضروریات کے مطابق قرآن مجید کی تشریح کی ہے۔ ان تفاسیر نے جہاں علمی حلقوں میں قرآن کے معانی و مطالب نئے زاویے اور منفرد انداز میں پیش کیے، وہیں عوامی سطح پر دین کی تفہیم اور اصلاح معاشرہ میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔